مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (لکھنؤ)

# رحمتِ عالم ﷺ نے اپنا یومِ پیدائش کیسے منایا؟

## وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء)

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک معمولِ مبارک تھا کہ دوشنبہ کے دن روزہ رکھیں۔ ایک صحابی نے اس بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ آپ روزے کا اہتمام فرماتے ہیں؟ فرمایا: "فیهِ وُلِدْتُ و فیهِ اُنزِلَ علیَّ" (یہ میری پیدائش کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی۔ سننِ ابوداؤد)

ہم تو سال میں ایک دن اس مبارک واقعہ کا جشن مناتے ہیں۔ پر معلوم ہوا کہ خود رسول ﷺ ہر ہفتے یہ دن مناتے تھے۔ اور اس کا طریقہ یہ تھا روزہ رکھیں۔ اِس دن کی اہمیت کے سلسلہ میں حدیث مزید برآں یہ بھی بتاتی ہے کہ یہی دوشنبے کا دن تھا کہ آپ نبوت و رسالت کے مرتبے پر فائز کیے گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ پیدائش سے بھی بڑی، بلکہ کہیں، بڑی نعمت تھی۔ اور ہمارے لئے تو یہی نعمت، جو صرف آپؐ کے لئے نہیں سارے عالم کے لئے عظیم نعمت تھی، باعث ہوئی ہے کہ آپؐ کے اس دنیا میں وجود پانے کے دن کو بھی ایک بیش بہا نعمت جانیں۔ یہی نزولِ قرآن اور مرتبۂ رسالت کی یافت کا دن ہی وہ مبارک دن ہے جس کے واسطے سے ہمارا آپؐ سے رشتہ جڑا اور آپ کی زندگی کا ہر دن ہمارے لئے نعمت ٹھیرا۔ الغرض آپؐ کیلئے اس دن کی اہمیت یہ بھی تھی کہ نبوت و رسالت کی اس نعمت سے سرفراز فرمائے گئے، جو وجود بخشے جانے کی نعمت سے بھی کہیں بڑی نعمت۔ وہ نعمت کہ اس کے شکرانے کیلئے خود ربِّ کریم کی طرف سے اس پورے ماہ مبارک کے روزے، جس ماہ میں یہ نعمت دنیا کو ارزانی ہوئی، اہلِ ایمان کے لئے تجویز فرمادیئے گئے۔ قیاس کہتا ہے کہ نعمتِ حق پر تشکر اور مسرت کا جو طریقہ رب العالمین کی طرف سے تجویز فرمایا گیا اسی سے آنحضرت ﷺ کو تحریک ہوئی کہ اپنی پیدائش اور نعمتِ رسالت کے دن روزہ داری ہی سے تشکّر اور مسرت کا اظہار فرمائیں، کہ ارشاد ہوا ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (تم شکر گزار ہوگے تو میری عطا و بخشش اور بڑھے گی۔ القرآن)

اب اس سنتِ نبوی ﷺ سے مقابلہ کیجئے ہمارے اپنے اس طریقہ کا جو ہم آپ کی تاریخِ پیدائش (۱۲ ربیع الاول (وغیرہ) کی آمد پر اظہارِ مسرت کے لئے برتتے ہیں۔ جلوس جلسے، نعرے اور جھنڈے نیز جھنڈیوں اور قمقموں سے مکانوں دوکانوں اور گلیوں کی آرائش۔ پس کیا یہ سوال بیجا ہوگا کہ آیا ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کے طور طریقوں

میں کفایت نہیں ہے؟ غور کیا جانا چاہئے کہ ہمارے ان طور طریقوں میں اظہارِ مسرّت تو ضرور ہے، مگر شکر کا کوئی پہلو بھی ان میں ہے، جبکہ نعمت کا اصل تقاضہ شکر گذاری ہے؟ جلوس جلسے ،نعرے اور، جھنڈے، جھنڈیاں اور قمقمے ان میں سے کوئی چیز بھی تو شکر گذاری کے زُمرے میں نہیں آتی، ان میں تو بس ہماری مسرت اور محبت کی نمائش ہے۔ تو ہم شکر گزاروں والا عمل چھوڑ کر، جس پہ ہمارے خلوص کے بقدر تھوڑا یا بہت ثواب ملتا تھا، اس نمائشی عمل کو اختیار کر رہے ہیں جس میں ثواب پانے کا کوئی پہلو نہیں۔ کہ ہمارے دین میں کہیں نہیں ملتا کہ یہ اعمال باعثِ ثواب ہوں۔ گویا یہ کچھ ویسا ہی معاملہ ہے جیسے معاملہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا: اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِی ھُوَ اَدْنیٰ بِالَّذِی ھُوَ خَیْرٌ (ذرا سوچو کہ تم ایک بہتر چیز کی جگہ ایک کمتر چیز کے خواہاں ہو رہے ہو! سورہ بقرہ آیت ۶۱) بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزادی پا کر صحرائے سیناء کی راہ سوئے فلسطین گرمِ سفر تھے۔ اور اس بیاباں میں کھانے کو من وسلویٰ اللہ کی مہربانی سے اُتر رہا تھا۔ مگر کچھ دن بعد وہ اس نعمتِ ربانی کی ناقدری پہ اُترے اور فرمائش کرنے لگے کہ موسیٰ ہمیں تو زمینی پیداوار ساگ سبزی، گیہوں، مسور اور پیاز مہیا کراؤ۔ یہ بس من وسلویٰ ہی منّ سلویٰ پہ ہم سے گذارا نہ ہوگا'' نہیں، بلکہ ہمارا معاملہ تو اس بھی گیا ٹھہرتا ہے۔ وہاں غذا کا بدل تھی تو غذا ہی، بس بہتر کے مقابلے میں کمتر تھی۔ شکم سیری اور آسودگی اس سے بھی حاصل ہوتا تھی۔ جبکہ ہم نے جو چیز بدلے میں اختیار کر لی ہے اس سے تو کچھ ملتا ہی نہیں۔ بس ایک جھوٹی تسلّی کا سامان ہمارے دل کے لئے ہے کہ ہم محبتِ رسول ﷺ کا کچھ حق ادا کر رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی وفات سے چند ماہ پیشتر حجۃ الوداع میں تکمیل دین، اتمامِ نعمت اور ابدی رضا و رضوان والی آیت جانفزا ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔۔۔(آج دین میں نے تمھارے لئے مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور بطور دین اسلام کو تمھارے لئے میں نے پسند فرما لیا۔ المائدہ۔۳) نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرام نے اس سرمایۂ اعزاز و افتخار کو بس دلی شکر گزاری کے ساتھ سر آنکھوں پہ رکھا اور دل میں بسا لیا، جلوس جلسہ کوئی نام کا بھی اس پر نہیں منعقد ہوا۔ جبکہ دوسروں کی نظر میں یہ ایسی آیت تھی کہ اس کے نزول کے دن کو ایک عید کا دن ٹھیرایا جانا تھا۔ چنانچہ ایک یہودی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اس نے آپ سے اس مبارک آیت کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ ایسی آیت ہم پہ نازل ہوئی ہوتی تو ہم تو اسے ایک یومِ عید ٹھیرا تے۔ بالفاظِ دیگر آپ مسلمان لوگ بڑے ناشکرے نکلے۔ ایسی سرفرازی اور ایسے خاموشی سے ہضم کر گئے! مگر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے جواب سے بتایا کہ ہمیں اپنے اوپر قیاس نہ کرو، فرمایا کہ وہ ہماری عید ہی کا دن تھا، جمعہ تھا، یومِ عرفہ تھا اور یہ اللہ کی مقرر کردہ ہماری دونوں عیدیں اپنے اپنے وقت پر آتی ہی رہتی ہیں۔ کوئی جدا عید اس نعمتِ ربانی کے حوالہ سے ہم پنی طرف سے ایجاد کریں، یہ ہمارا شیوہ نہیں، کہ خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی